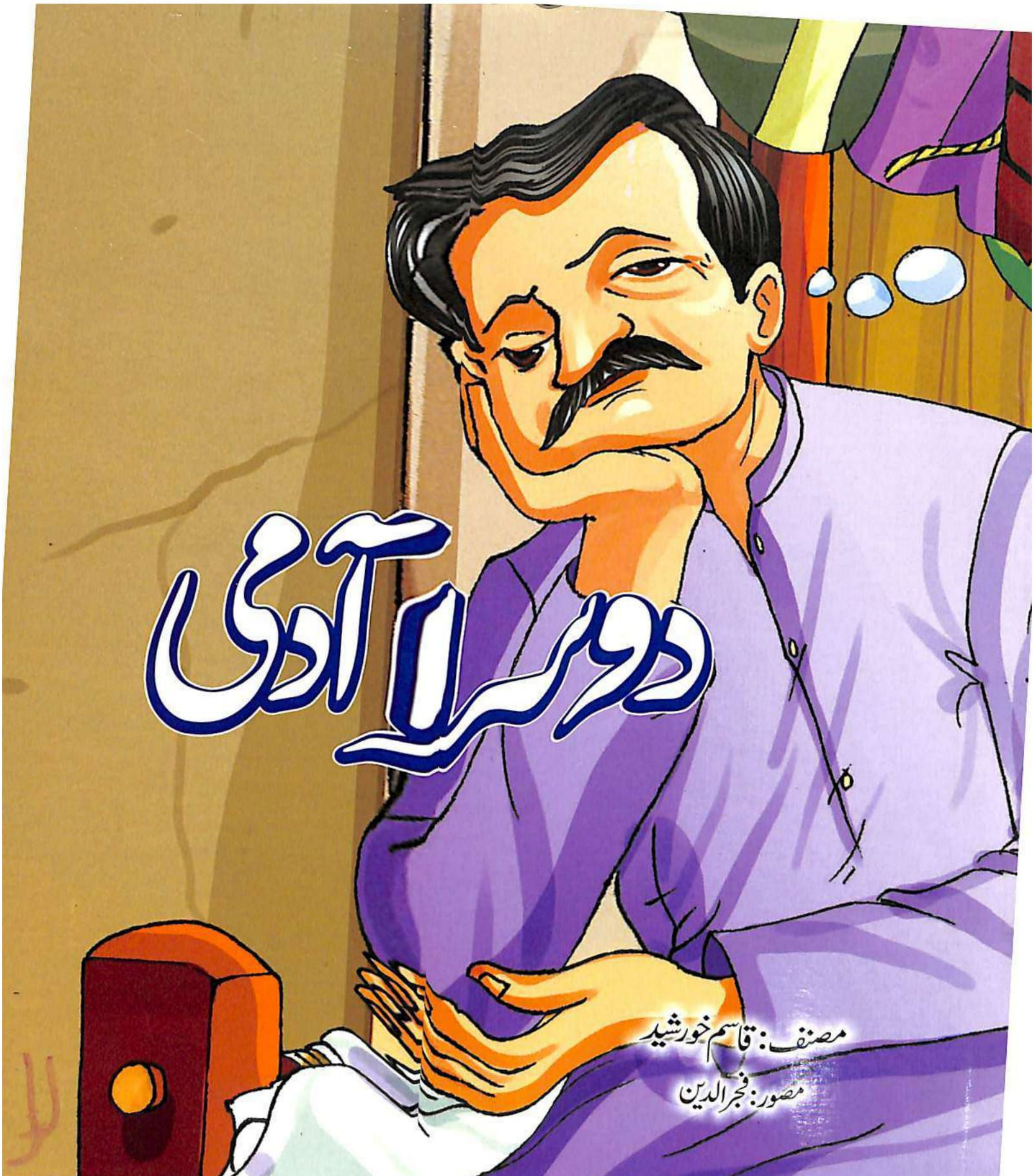

دوسرا آدمی

مصنف: قاسم خورشید

مصور: فجر الدین

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت	:	2016
تعداد	:	2000
قیمت	:	-/25 روپے
سلسلۂ مطبوعات	:	1911

DOSRA AADMI
By: Quasim Khursheed

ISBN:978-93-5160-152-4

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی، 110025
فون نمبر: 49539000 فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک 8، آر کے پورم، نئی دہلی، 110066 فون نمبر: 26109746 فیکس: 26108159
ای میل: urducouncil@gmail.com ای میل: ncpulsaleunit@gmail.com
ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس، C-7/5، لارینس روڈ، انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔ 110035
اس کتاب کی چھپائی میں 130GSM, Art Paper استعمال کیا گیا ہے۔

بیٹی کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی ۔ اب دس دنوں میں سب کچھ ہو جانا تھا۔ لڑکا بہت بھلا مل گیا تھا۔ سرکاری نوکری کرنے والا، لین دین سے دور۔ بس ایک فرمائش کر ڈالی تھی کہ باراتیوں کی ٹھیک سے خاطر داری ہونی چاہیے۔ منوہر سنگھ نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی حال میں کی تھی۔ خود ایک معمولی کلرک، بے حد ایماندار، قرض میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریما ان کی تیسری اور سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔

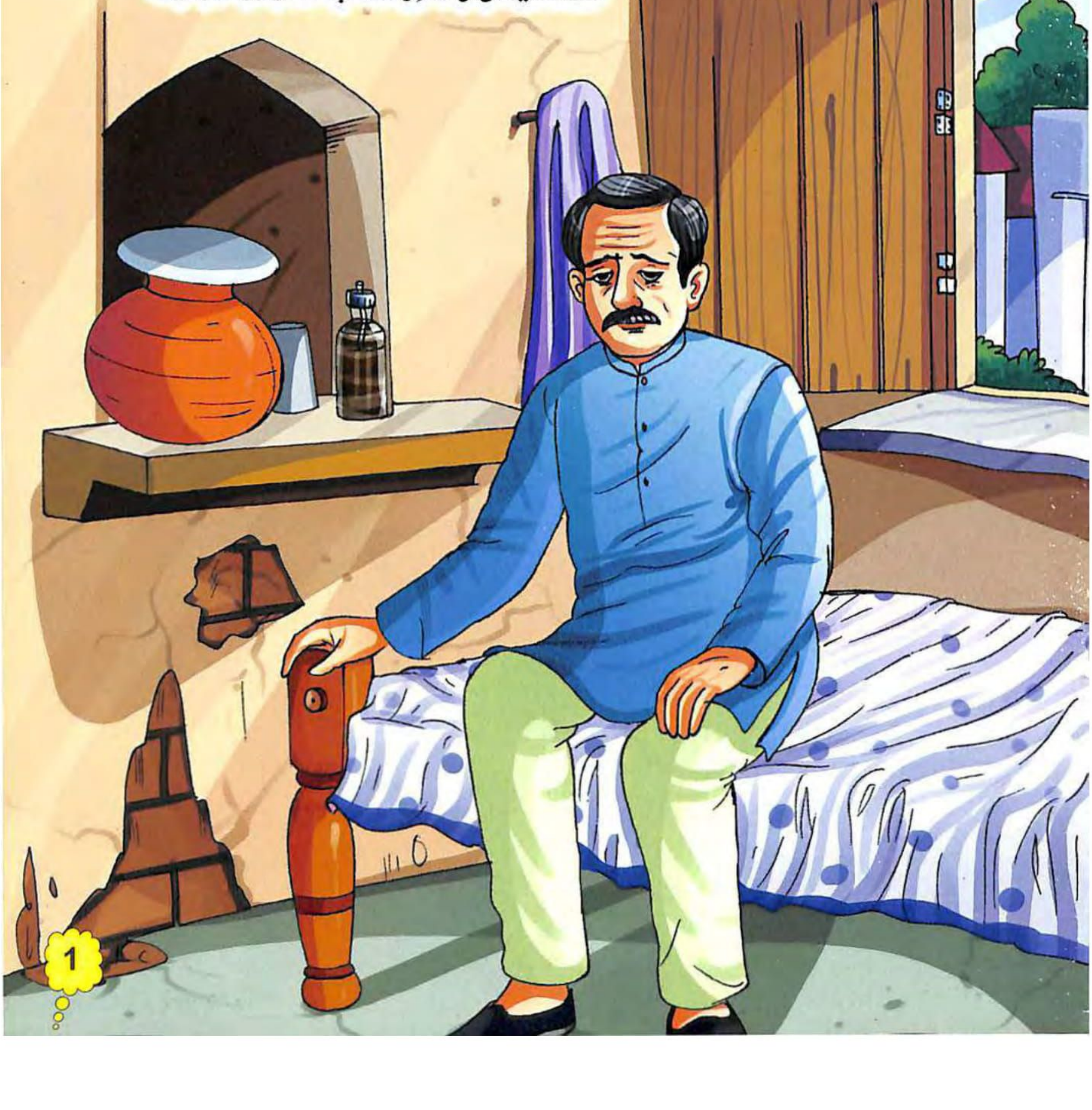

پہلے دو بیٹیوں کی شادی میں گاؤں والوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ جس سے جو کچھ بن پڑا، کیا تھا۔ اب ایسے میں منوہر سنگھ کس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے۔ لڑکے نے کچھ نہیں مانگا تھا لیکن دوسرے داماد کو جو کچھ دیا گیا تھا، اتنا نہ بھی سہی لیکن خالی ہاتھ تو نہیں بھیج سکتے تھے بیٹی کو۔ ان سے جو ہوسکا ریما کے لیے کر بھی دیا تھا۔ مگر لڑکے نے کچھ نہ مانگ کر انھیں زیادہ پریشان کر دیا تھا۔ کیونکہ منوہر سنگھ لالچی لوگوں کو ایک دم پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر جو ایماندار ہو، لالچ سے دور ہو،

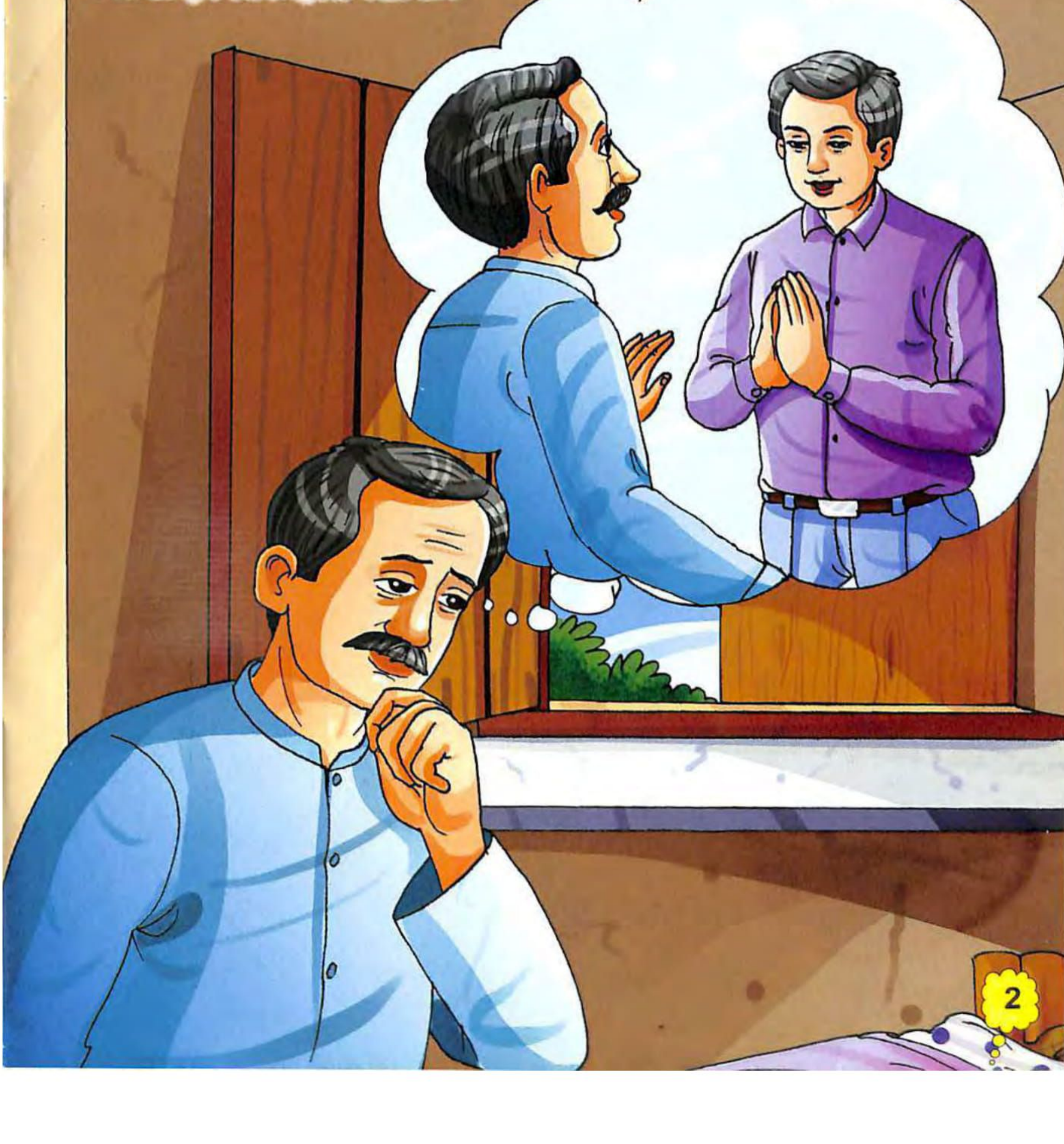

اس کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار رہتے تھے۔ باراتیوں کو کوئی شکایت نہ ہو۔ ابھی ان کے لیے یہی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ بہت کوششوں کے بعد اس کام کے لیے کچھ روپے جمع کر پائے۔ مگر قیمت کا پتہ لگا یا تو کانپ اٹھے۔ اتنے کم روپے میں تو سبھوں کو معمولی ناشتہ بھی نہیں کروایا جا سکتا تھا۔ منوہر سنگھ بہت کچھ سوچ کر پسینے سے شرابور ہو گئے۔ بس دو ماہ پہلے کی بات ہے۔ رام کرپال کی بیٹی کی بارات اسی لیے لوٹ گئی تھی کہ باراتیوں کا سواگت ٹھیک سے نہیں ہو سکا تھا۔ لڑکے نے کوئی شرط نہیں رکھی تھی ۔ وہ اپنی عزت کے لیے سسرال والوں سے

باراتیوں کی بہترین آؤ بھگت چاہتا تھا۔ایک طرح سے ان کا سوچنا بھی غلط نہیں تھا۔مگر اسے لڑکی والوں نے گمبھیرتا سے نہیں لیا اور اونے پونے سب کچھ کرنے کے چکر میں لڑکے والوں کا اپمان تک کر ڈالا۔ پھر کیا تھا، مونچھ کی لڑائی ہوگئی ۔ اور بارات واپس چلی گئی ۔مگر یہ صدمہ لڑکی سہہ نہیں پائی اور جب رات میں سب سو رہے تھے تو گھر کے کنویں میں کود کر اپنی جان دے دی۔

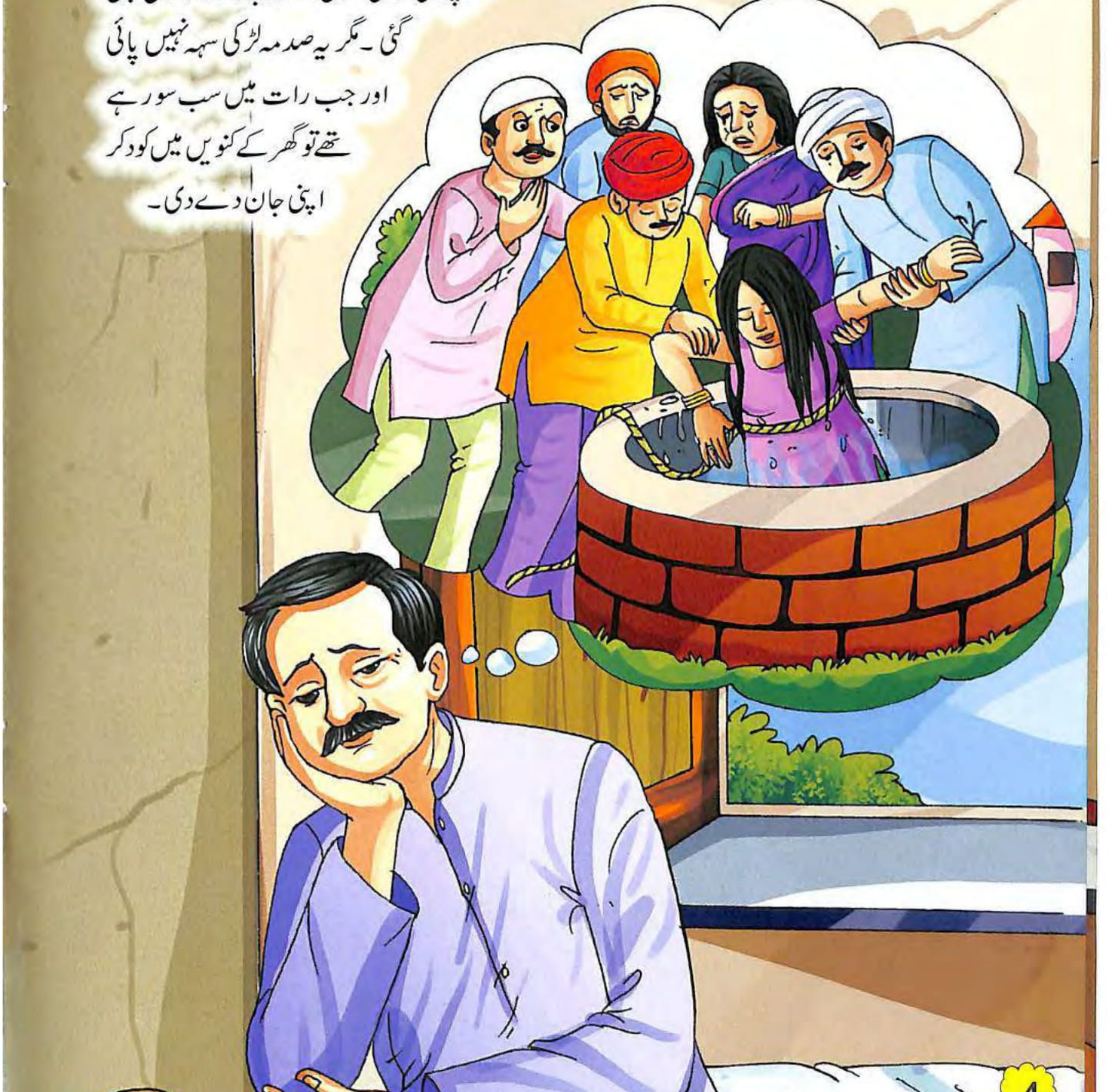

منوہر سنگھ ایسا سوچ کر تھر تھر کانپنے لگے۔ سو چالڑ کے والوں کو جا کر کہہ دیں کہ ہم آپ کی خواہش پوری نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی بہت برا ہوگا۔ کیونکہ سبھی جان چکے تھے۔ پیشگی مبارک باد بھی مل چکی تھی۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہر طرف شادی کا ماحول بن چکا تھا۔ قرض میں ڈوبے منوہر سنگھ کو پھر یہ خیال آیا کہ شیخ جمعراتی کے پاس جا کر اپنا دکھڑا سناتے ہیں، کیونکہ اس کی ایسی حیثیت ہے کہ بیس پچیس ہزار کا انتظام کر سکتا ہے۔ ڈر یہ تھا کہ وہ بلا کا کنجوس مشہور تھا۔ اب تک ایک پائی کسی کو دیتے ہوئے نہ دیکھا نہ سنا گیا تھا۔ منوہر

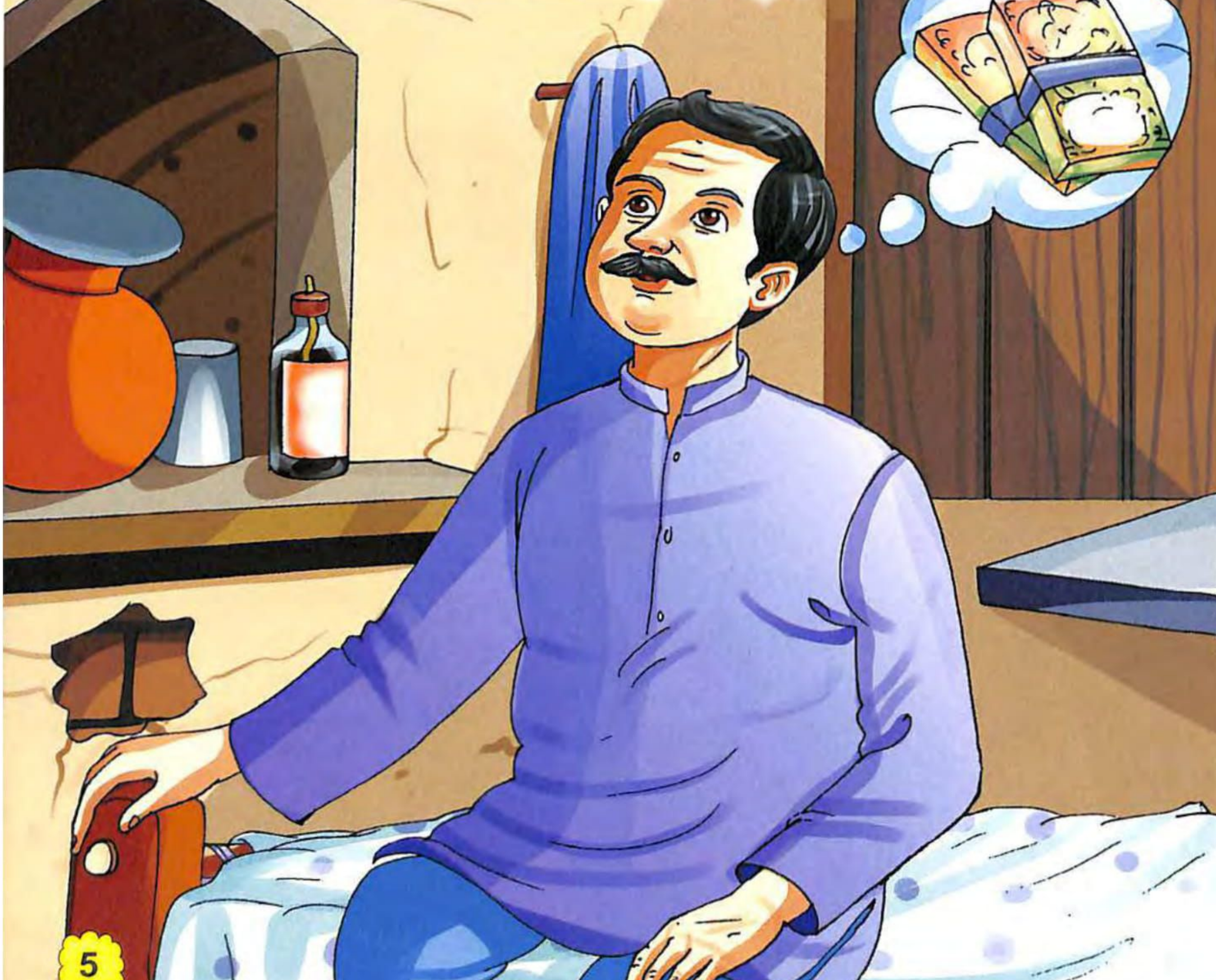

سنگھ نے گاؤں میں جن سے روپے لیے تھے، انھوں نے پہلے ہی مجبوری ظاہر کر دی تھی۔ کیسے کیا کیا جائے؟ پھر ایک یہ بات بھی من میں آئی کہ کیوں نہ ٹال کے پاس والی زمین کو گروی رکھ دیا جائے۔ تب یہ فکر بھی ستانے لگی کہ کوئی اس زمین پر قرض نہیں دے گا۔ کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ وہ برسوں سے بنجر پڑی ہے۔ اسی وقت شیخ جمعراتی کا گہرا دوست

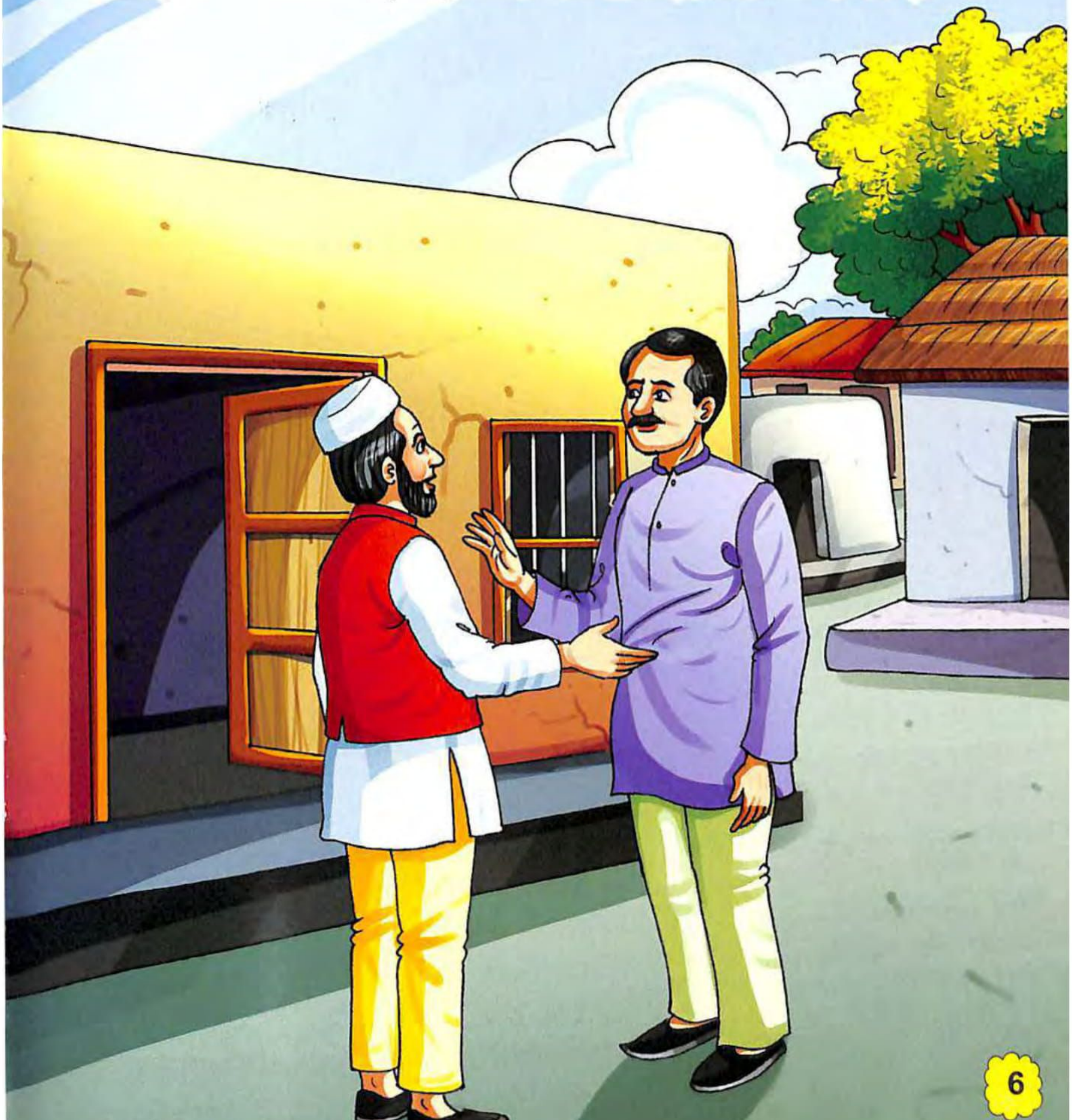

شوبالک مہتو راستے سے گزر رہا تھا۔ منوہر سنگھ نے اسے روک کر اپنی پریشانی بتا ڈالی۔ شوبالک نے کہا کہ پورا گاؤں جانتا ہے کہ آپ کو بیس پچیس ہزار روپے کی ضرورت ہے، کیونکہ بھوجی بھی جگہ جگہ جا کر بتا چکی ہیں۔ لیکن حال میں لوگوں نے مل جل کر آپ کی بڑی بیٹیوں کی شادی میں جو بھی مدد ہو سکی کر ڈالی تھی۔ اس لیے اب آشا رکھنا بیکار ہے۔ رہی بات شیخ جمعراتی کی تو اس مکھی چوس کے پاس جانے سے تو اچھا ہے لڑکے والوں سے سال دو سال کا وقت لے لو۔

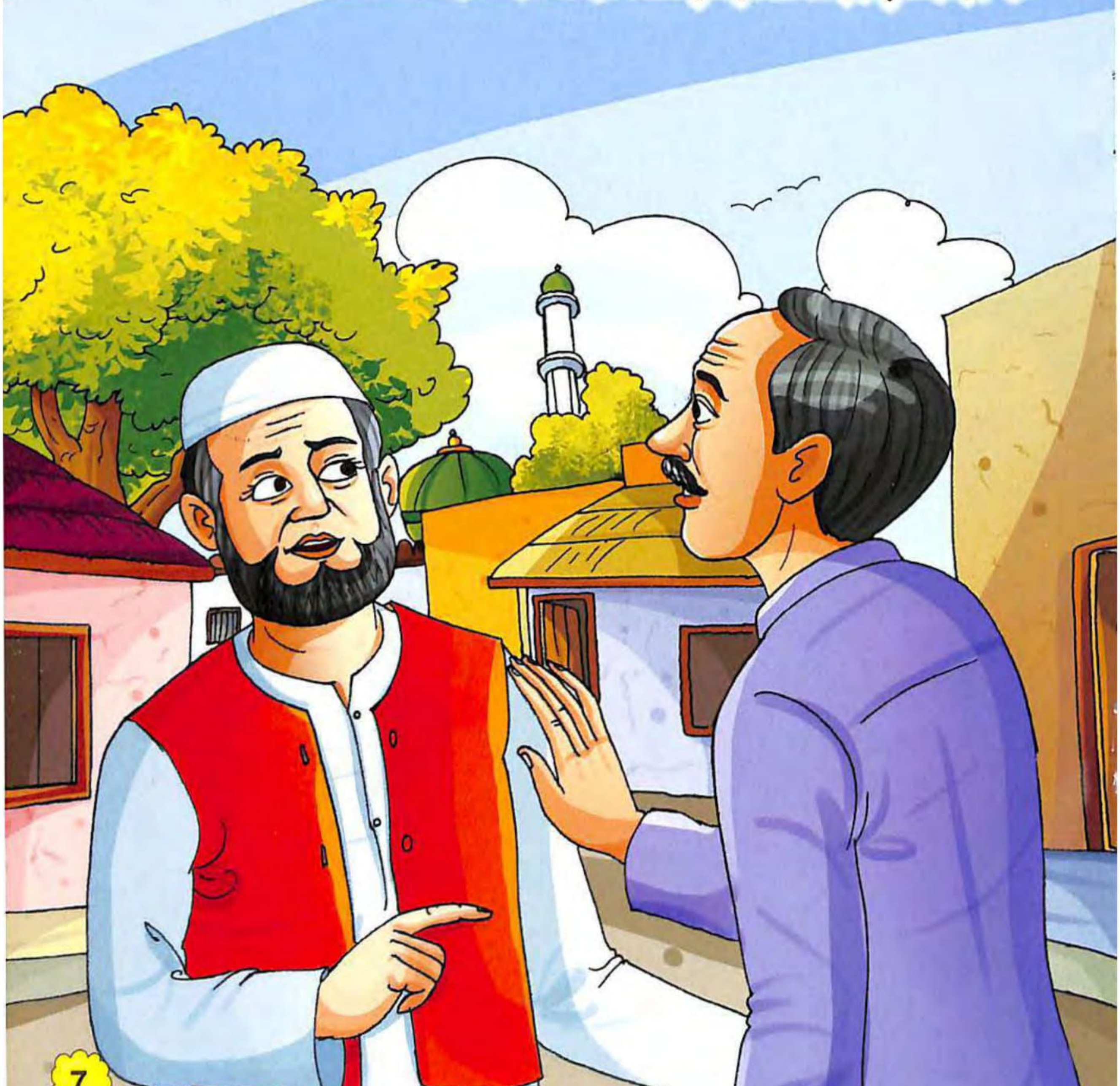

شوبالک مہتو نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ واقعی ابھی کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی وہ ادھیڑ بن میں لگے ہی رہے۔ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد جی کڑا کر کے شیخ جمعراتی کے دروازے پر پہنچے۔ وہ اندر بیوی کو زور زور سے ڈانٹ رہا تھا۔

'تم کو عقل نہیں آئے گی۔ مجھ کو برباد ہی کر ڈالو گی۔ دونوں بٹن رکھنے کے لیے دیا تھا، کہاں کھو گیا! پیسہ پیڑ میں نہیں پھلتا ہے۔

لٹادو۔لٹادو،سارا گھر لٹادو۔عیش کرو عیش!'

'کیا عیش کرنا۔کبھی سکھ نہیں ملا۔روکھی سوکھی پر گزارا کرنا پڑتا ہے۔دوبٹن! وہ بھی پلاسٹک کے۔ارے دس پیسے میں مل جائے گا۔دس پیسے میں۔کنجوس کو اللہ نہیں بخشنے والا ہے۔'

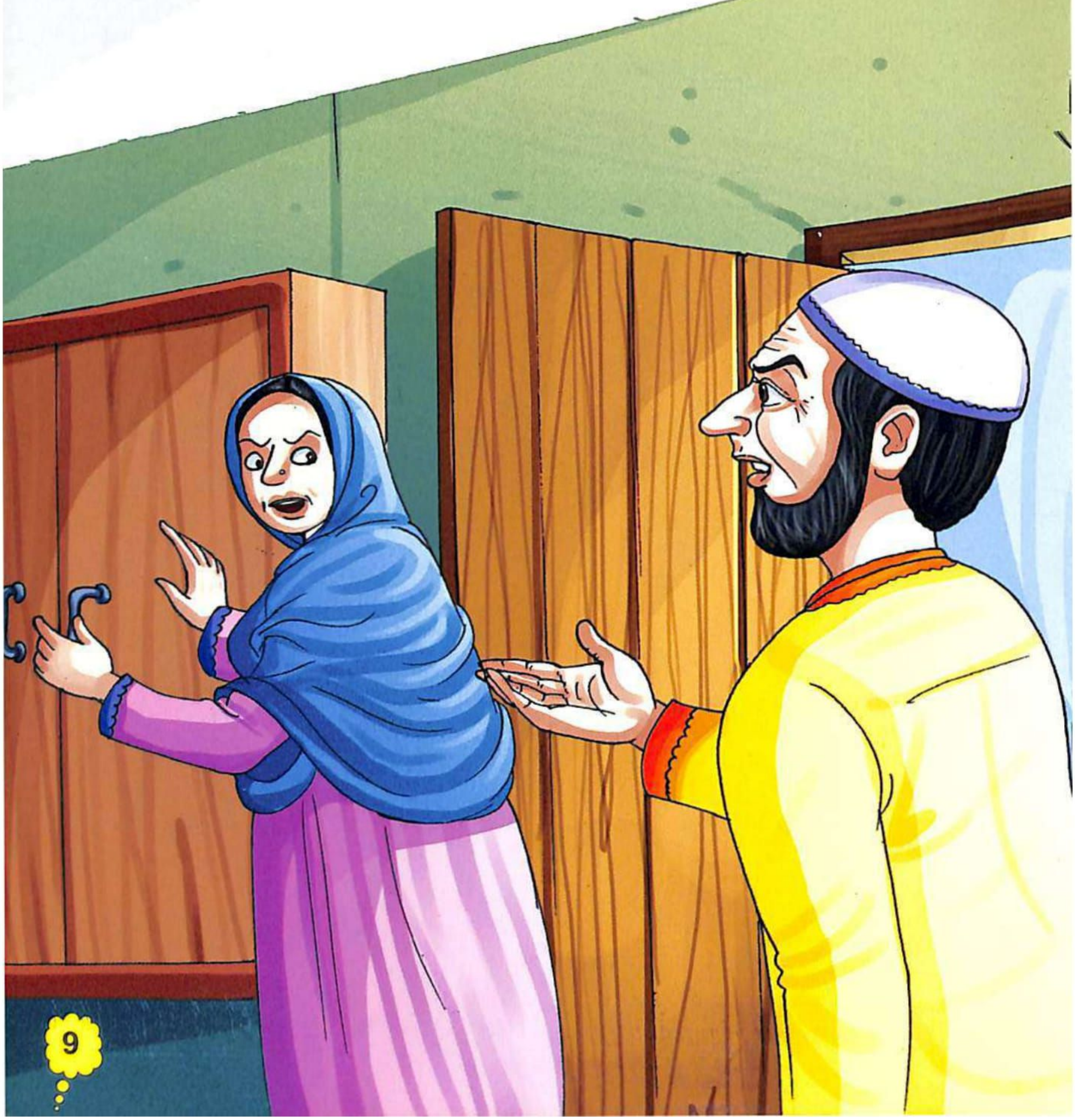

جھگڑے کا سلسلہ چلتا رہا۔ منوہر سنگھ نے سوچا کہ جو کچھ سنا تھا، اس سے زیادہ سچ ہے۔ دو معمولی سے بٹن کے لیے ایک آدمی اتنا نیچے اتر سکتا ہے، اس سے ہم کیا امید کر سکتے ہیں؟ ایمان سے اچھا ہے واپس لوٹ جائیں، تب ہی شیخ جمعراتی کی آواز منوہر سنگھ کو اور بھی کرخت معلوم ہوئی جب اس نے کہا۔

’کون ہے باہر۔تماشا ہو رہا ہے کیا؟ بھاگتے ہو یا نہیں؟‘
یہ کہتے ہوئے شیخ جمعراتی باہر بھی آ گیا اور منوہر سنگھ کو دیکھ کر کسی حد تک نرم ہوا۔
’ارے منوہر بھائی آیئے! لیکن یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔آپ کو پکار لینا چاہیے تھا۔‘
’معاف کرنا جمعراتی بھائی! مجھے یہاں اس طرح کھڑا نہیں رہنا چاہیے تھا، معاف کرنا.........‘

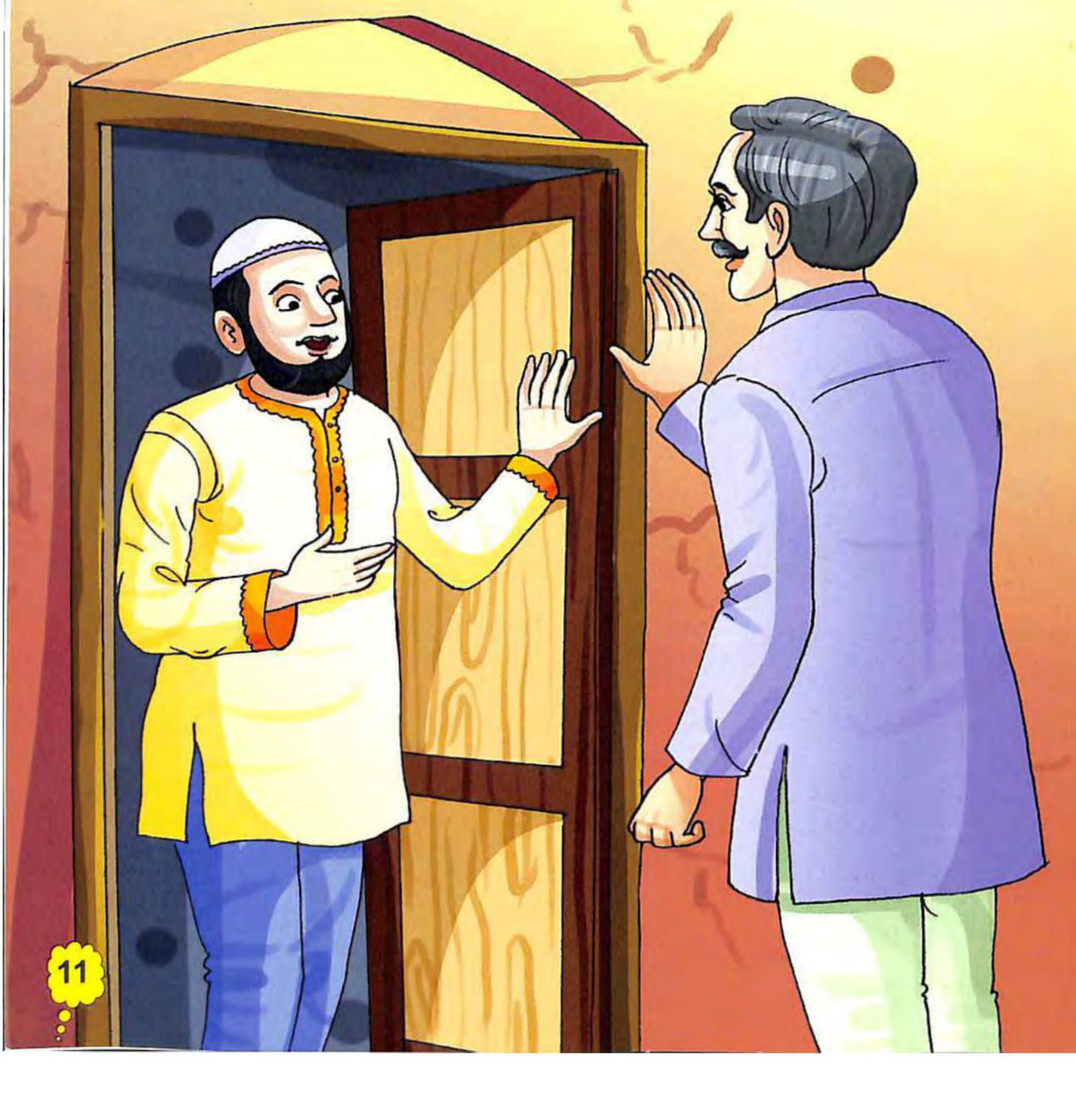

پھر جمعراتی نے بے رخی سے کہا۔ ’ٹھیک ہے.........ٹھیک ہے۔ اب آ ہی گئے ہیں تو اندر آ جایئے۔‘

’نہیں، نہیں مجھے جانا ہے۔‘

’جانا تھا تو پھر آئے کیوں تھے؟‘

منوہر سنگھ نے شیخ جمعراتی کے تیکھے تیور کو محسوس کرتے ہوئے سوچا تھوڑی دیر ٹھہر جانے میں ہی بھلائی ہے۔ پھر وہ اندر گئے۔

شیخ جمعراتی نے بیوی سے کہا، پانی اور چائے لے آؤ'۔

دونوں دیر تک چپ رہے پھر ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں چائے پینے کے بعد منوہر سنگھ باہر نکل گئے۔ تب ہی پھر چیخنے کی آواز آئی۔

'ارے منوہر بابو............ ذرا اندر آیئے۔ بتایئے کوئی کام تھا؟ آپ تو میرے گھر کبھی نہیں آئے۔'

منوہر سنگھ مسکرائے اور بولے۔ 'نہیں کچھ نہیں .... بس یوں ہی .... ہاں یہ پوچھنے آیا تھا کہ شادی کا نیوتا غلام غوث نے پہنچایا یا نہیں۔'

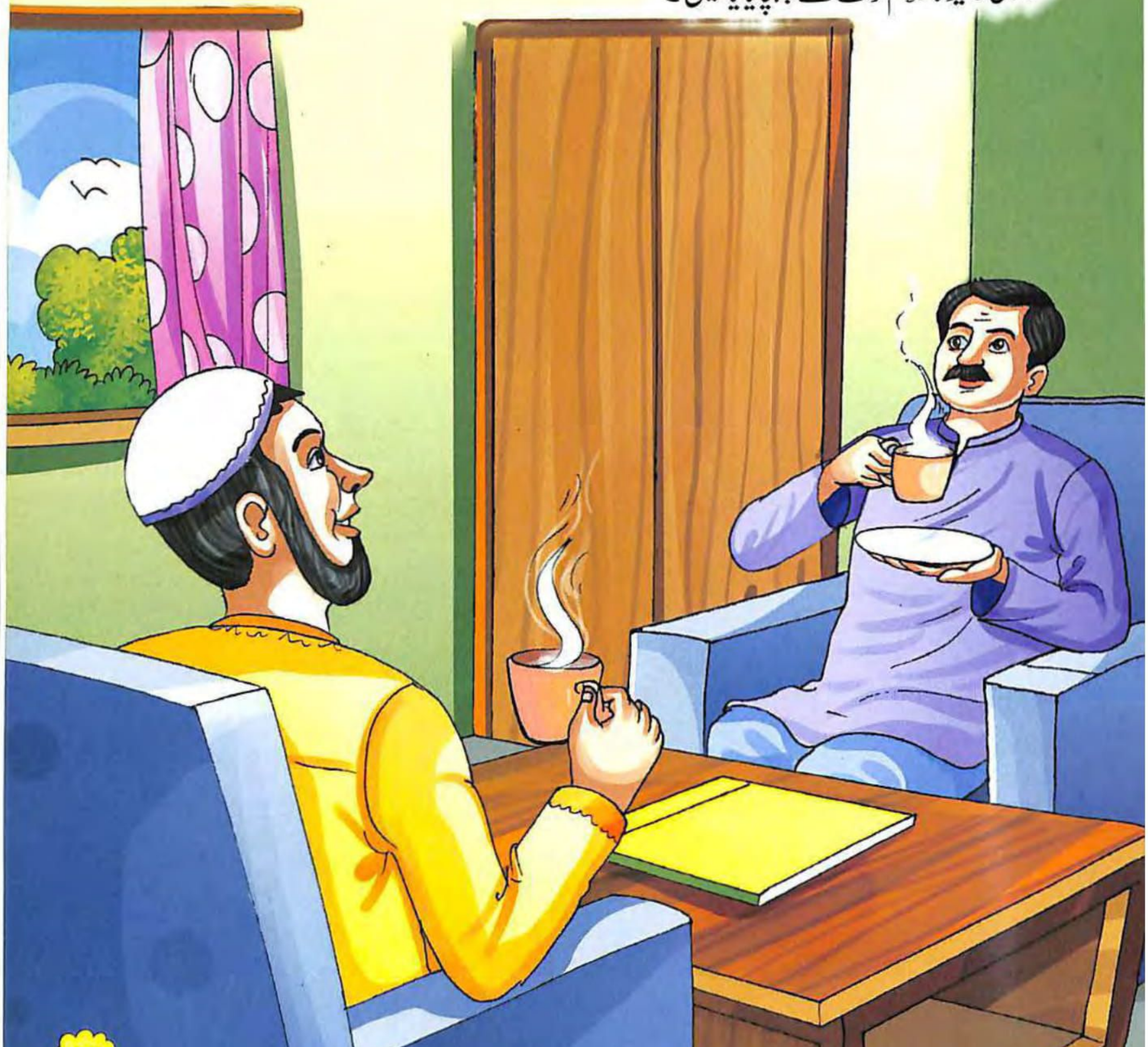

’ہاں پہنچا دیا ہے۔ آؤں گا..........‘

’ٹھیک ہے..........بس..........‘

تب ہی پیچھے سے جمعراتی کی بیوی نے اس کے ہاتھ میں کچھ لا کر دیا۔ جمعراتی نے وہ چھوٹی سی پوٹلی منوہر سنگھ کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ منوہر سنگھ نے کانپتے ہاتھوں سے پوٹلی کھولی۔ اندازے سے کم سے کم پچیس ہزار روپے تھے۔ منوہر سنگھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔

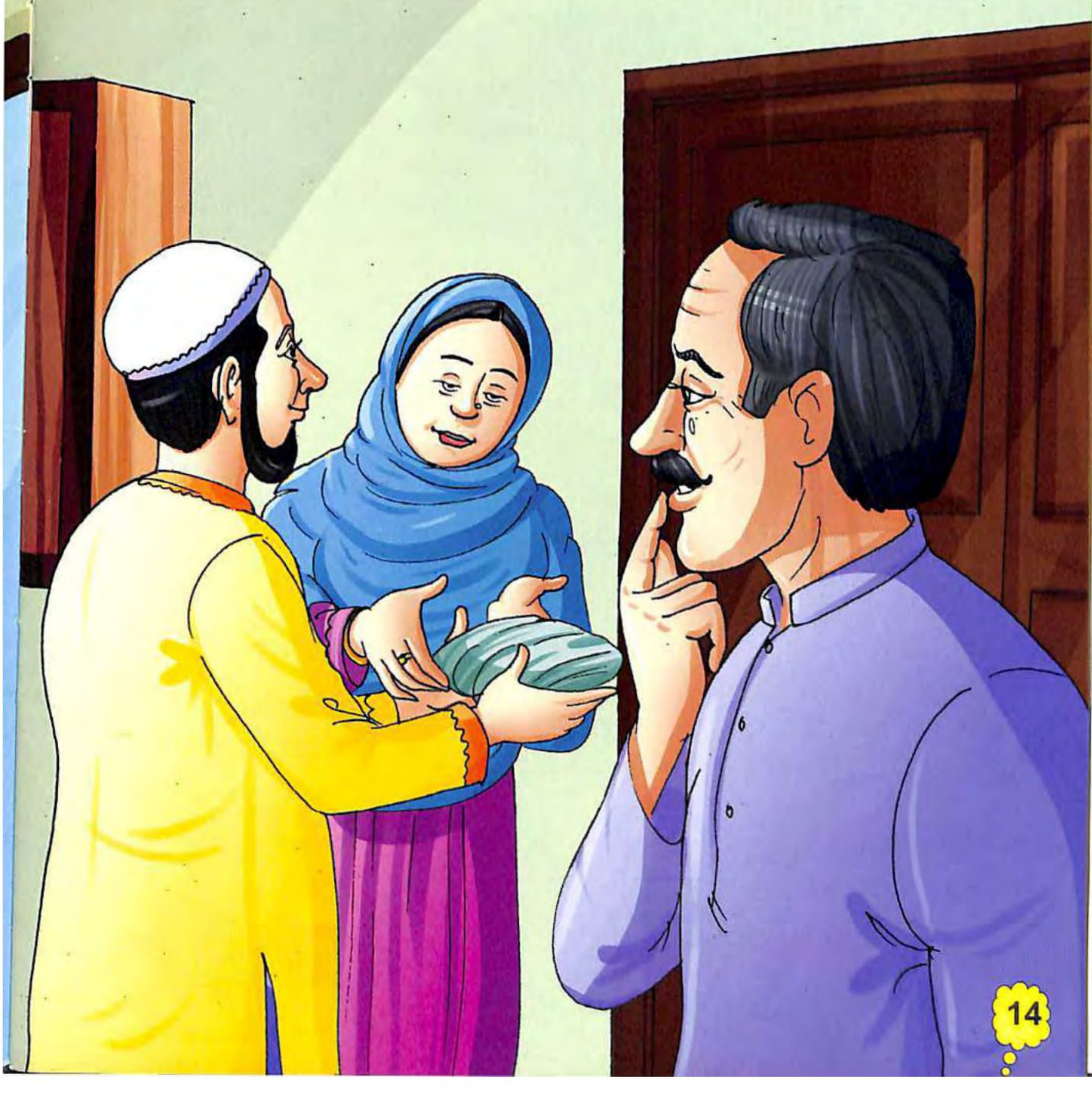

شیخ جمعراتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ 'میرے بارے میں مشہور ہے کہ میں بہت کنجوس ہوں، برا آدمی ہوں، کسی کے کام نہیں آتا۔ سچ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگ میرے بارے میں اچھا سوچیں۔ اس لیے کہ شاید میں سب کے لیے اچھا نہیں ہوسکتا۔ اللہ جس کی خدمت کا موقع دیتا ہے کرنے کی کوشش کرتا ہوں مجھے شو بالک مہتو نے سب کچھ بتادیا تھا۔ تمھاری بیٹی میری بیٹی ہے۔ لڑکا اچھا مل گیا ہے۔ اس لیے ان کی چھوٹی سی خواہش پوری کردو۔ اور ہاں ایک وعدہ کرو کہ اس کے بارے میں کسی سے کچھ بھی نہیں کہو گے۔'

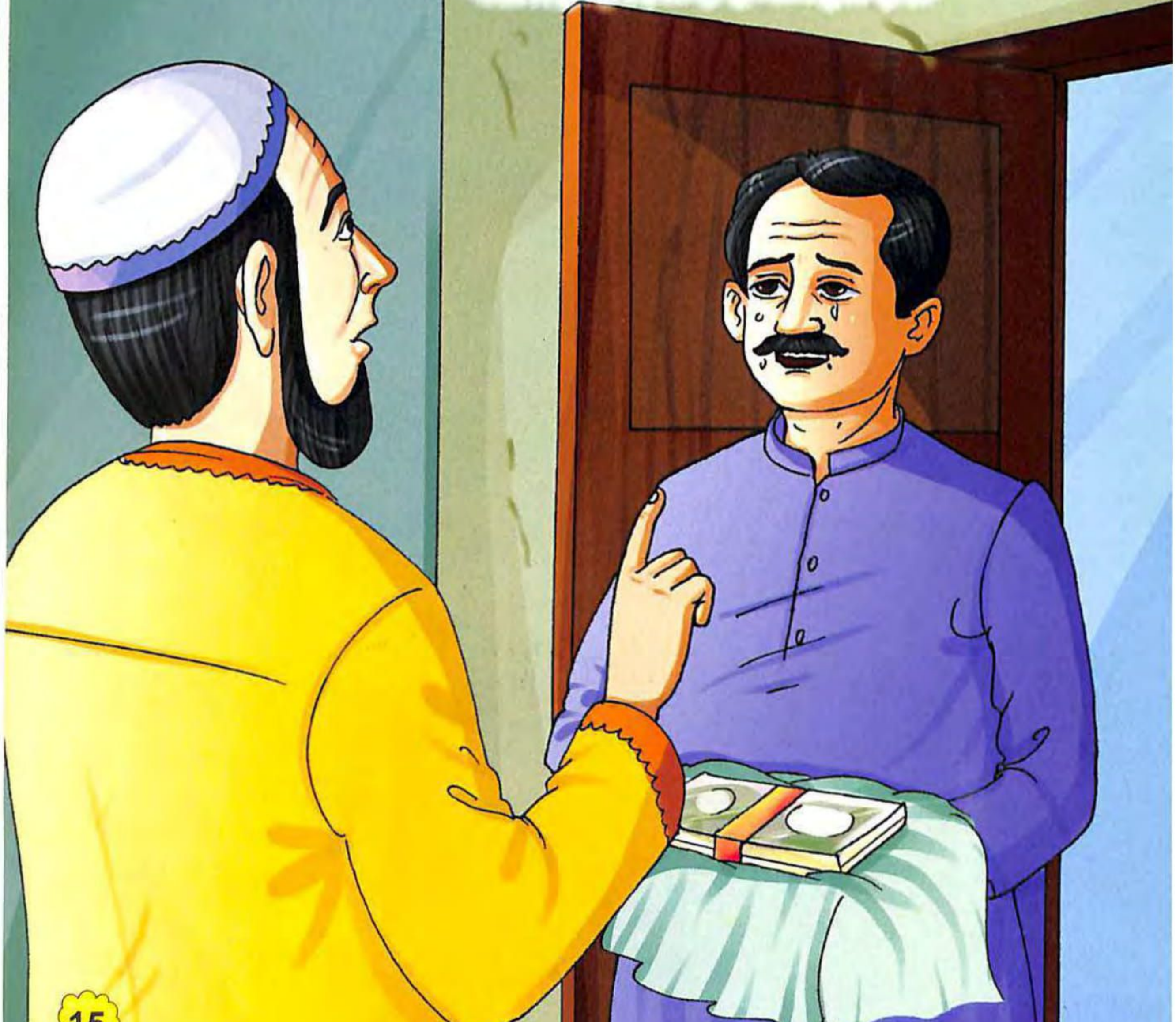

منوہر سنگھ زور سے رو پڑے۔ شیخ جمعراتی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
'منوہر بھائی۔ میرے گھر کی طرف سب کے کان لگے ہوتے ہیں۔ اس لیے رونے کی آواز باہر جانے نہ پائے۔ یہ مجھ پر احسان ہوگا۔'
منوہر سنگھ کے آنسو تو نہیں تھمے لیکن جب تک شیخ جمعراتی کے گھر میں ٹھہرے، دروازے سے باہر کسی نے کوئی آواز نہیں سنی۔

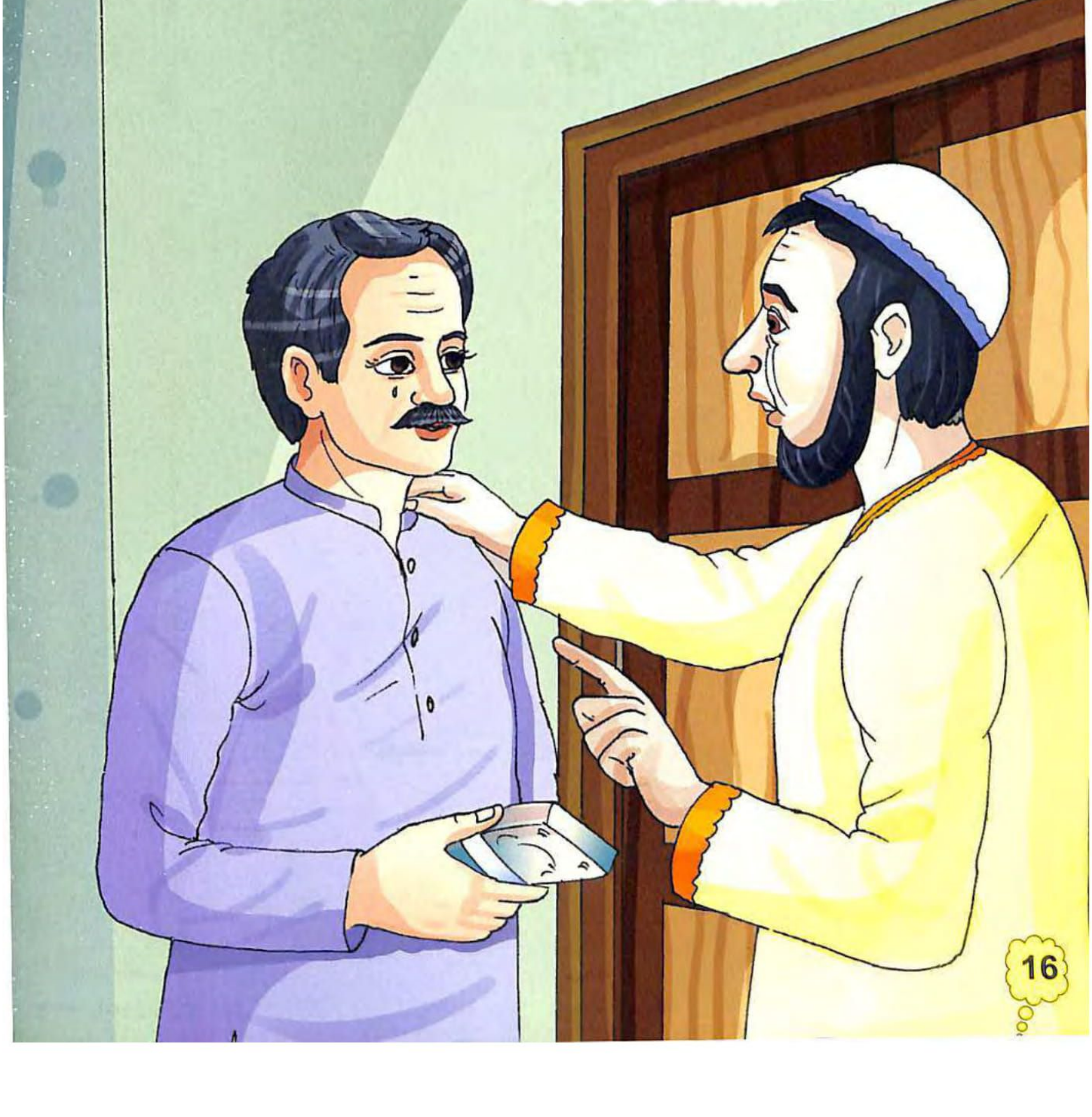

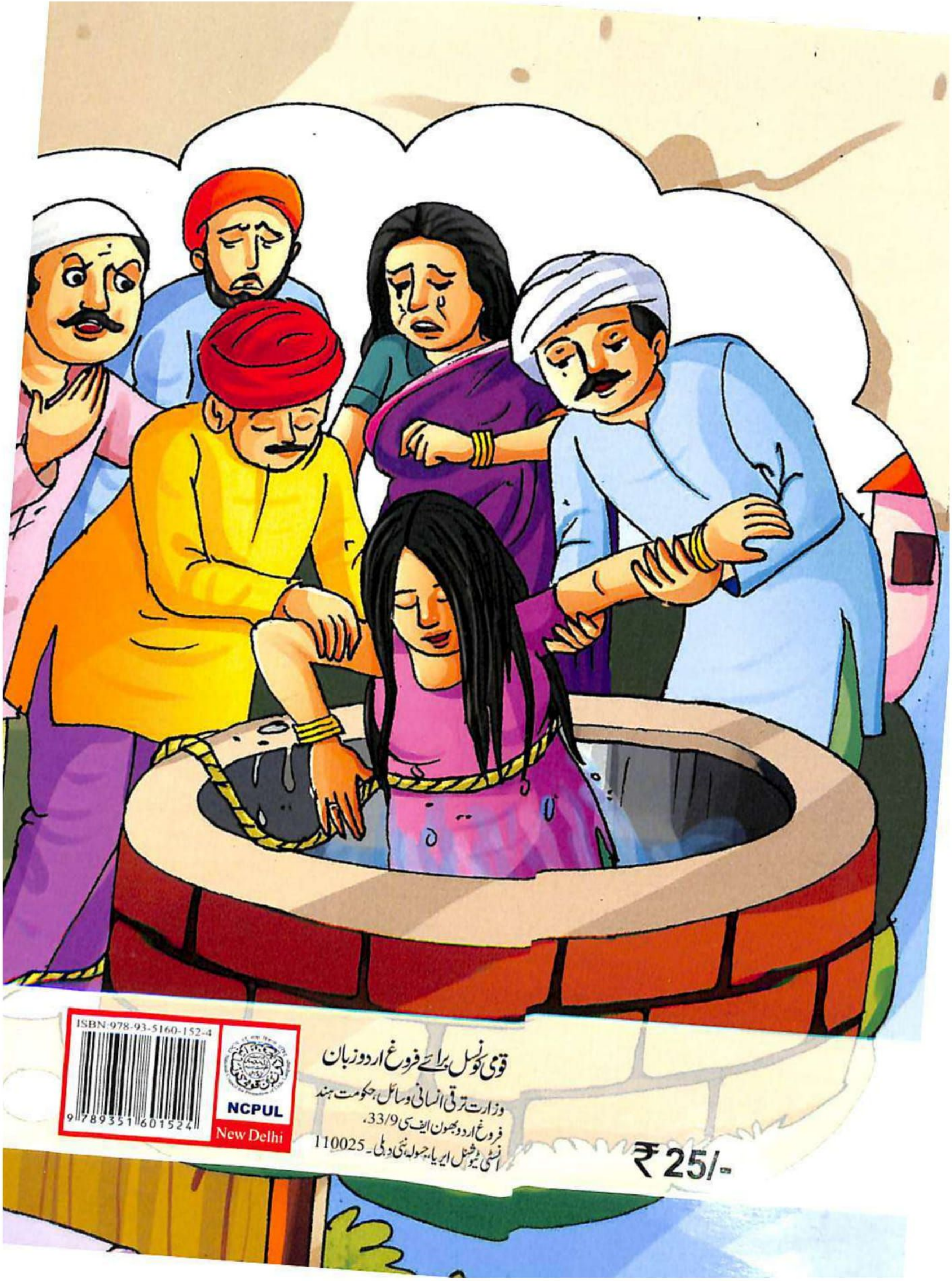

ISBN-978-93-5160-152-4
9789351601524
NCPUL
New Delhi

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون ایف سی 33/9،
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

₹25/-